۷۱واں باب

انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کا انجام

سُورۃُ القَمَر

قرآن میں بیان کردہ شق القمر کے واقعے کو تسلیم کیا گیا	۳۵۰
منکرین نے شق القمر کو قیامت کی نشانی تسلیم نہیں کیا	۳۵۰
اُممِ سابقہ کی مانند اہلِ مکہ پر عذابِ الٰہی کی دھمکی کیوں کر پوری ہوئی؟	۳۵۱
منکرین کے سامنے پانچ عذاب رسیدہ قوموں کا عبرت آموز تذکرہ	۳۵۵
قومِ نوح کا دعوت توحید سے اعراض	۳۵۵
قومِ عاد کا دعوت توحید سے اعراض	۳۵۷
قومِ ثمود کا دعوت توحید سے اعراض	۳۵۷
اہلِ حق کے مقابلے میں قوم کا رذیل ترین شخص کھڑا ہوتا ہے	۳۵۸
قومِ لوط کا دعوتِ توحید سے اعراض	۳۵۹
قومِ فرعون کا دعوت توحید سے اعراض	۳۶۰
کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین گزری قوموں سے مختلف ہیں؟	۳۶۱
یہ نظامِ کائنات خالق کی بنائی تقدیر پر چل رہا ہے	۳۶۱

۷۱واں باب

انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کا انجام

سُوْرَةُ الْقَمَر

قرآن میں بیان کردہ شق القمر کے واقعے کو تسلیم کیا گیا

شق القمر کے واقعے کا آپ نے مطالعہ فرما لیا، کفارِ مکہ کی ایک تعداد نے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پورے حجاز میں آباد سارے ہی ذی ہوش و حساس، معاملات پر نظر رکھنے والے تمام غیر مسلم لوگوں نے بشمول یہود و نصاریٰ اس واقعے پر قرآن کے اس تبصرے کو سُنا: اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۵۴:۱﴾ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ﴿۵۴:۲﴾۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں معلوم کہ کسی نے بھی اُس وقت اس واقعے کے وقوع ہی سے انکار کیا ہو اور قرآن کو اس کے بیان کرنے پر ناقابلِ یقین کہا ہو، جس طرح معراج پر منکرین و دیگر غیر مسلمین نے اعتراضات کیے تھے۔ منکرین اور اہلِ کتاب کا اس واقعے کا سرے سے انکاری نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ معروف اور ناقابلِ انکار تھا۔

منکرین نے شق القمر کو قیامت کی نشانی تسلیم نہیں کیا

شق القمر کا حیرت انگیز واقعہ اس بات کی دلیل تھا کہ نبی ﷺ اور قرآن کریم قیامت کے دن پہاڑوں، سمندروں اور چاند و سورج سمیت ساری کائنات کے جس طرح درہم برہم ہونے کی خبر دے رہے ہیں وہ ممکن العمل ہے، اور اس کی آمد کا وقت قریب آ لگا ہے۔ چاند جیسی عظیم الشان چیز اُن کی آنکھوں کے سامنے دو لخت ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ٹکڑے الگ ہو کر ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر چلے گئے تھے، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف تھا، پھر فوراً ہی وہ دونوں آ ملے تھے۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ کائنات غیر فانی نہیں ہے۔ وہ درہم برہم ہو سکتی ہے۔ آسمان سورج، چاند اور تاروں سمیت بکھر سکتا ہے۔ سیارے ایک دوسرے سے ٹکرا سکتے ہیں۔ اور وہ سب کچھ ممکن ہے جس کا نقشہ قرآن میں کھینچا گیا ہے [پچھلے باب میں ملاحظہ کیجیے صفحہ ۹۲]۔ اور قرآن کے اس دعوے میں شک کی کوئی معقول وجہ نہیں کہ درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے اور وہ وقت قریب آ لگا ہے جب آخرت وقوع پذیر ہو گی۔

کفار کی یہ کیسی بد نصیبی تھی کہ آنکھوں دیکھی حقیقت کو جادو کا دھوکا قرار دے دیا اور اپنے انکار پر اڑے رہے۔ جبریلِ امین سُوْرَۃُ الْقَمَر لے کر آئے ہیں جس کے آغاز میں ان کی اسی ہٹ دھرمی کی روش کا تذکرہ ہے۔

۷۸: سُوْرَۃُ الْقَمَر [۵۴ — ۲۷: قال فما خطبکم]

اُممِ سابقہ کی مانند اہلِ مکہ پر عذابِ الٰہی کی دھمکی کیوں کر پوری ہوئی؟

سُوْرَۃُ الْقَمَر اپنی ماسبق نازل ہونے والی سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء سے بڑی مماثل ہے، اُس ہی کی مانند تین حصوں میں تقسیم ہے اور اُس کی مانند اِس کا بھی دوسرا حصہ انبیاء کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کے پہلے حصے میں اہلِ مکہ کی ہٹ دھرمی کا ذکر ہے کہ یہ لوگ شق القمر کی نشانی دیکھ کر قیامت کا اقرار کرنے کے بجائے اس کی جانب توجہ دلانے والے نبی کا جادو قرار دے رہے ہیں۔ دوسرے حصے میں پانچ عذاب رسیدہ اقوام؛ قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط علیہ السلام اور قوم فرعون کا تذکرہ جنھوں نے اہلِ مکہ ہی کی مانند اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ تیسرے اور آخری حصے میں اللہ تعالیٰ یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ اے سردارانِ قریش! کیا سابقہ قوموں کے مقابلے میں تمھاری قوم میں کوئی سرخاب کے پر لگے ہیں کہ [اگر ایمان نہ لائیں تو] انھیں بھی ویسے ہی عذاب کا مزانہ چکھایا جائے۔ اللہ کا شکر کہ سوائے جاہلیت کے مارے سردارانِ قریش میں سے چند کے سواسب ایمان لے آئے اور عذاب ٹل گیا۔ تاہم تمام آئمۃ الکفر کی سر بریدہ لاشیں میدان بدر سے اُٹھا کر بے گور و کفن، ایک اندھے کنویں میں ڈال دی گئیں، جو اس آجانے والے عذاب کی گواہی بنیں۔

اس سورۃ کی ایک خاص شان اس کا آہنگ ہے، جو اپنی موسیقیت کے اعتبار سے بھی اور معانی کے اعتبار سے بھی بہت ہی اعلیٰ ہے۔ دو قافیوں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ اور وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ پر اس کا آہنگ ترتیب پایا ہے۔ معانی پر غور و تفکر اور جذب و شوق کے ساتھ جب اسے لحن کے ساتھ تلاوت کیا جاتا ہے تو جسم و روح دونوں ہی قرآن میں ڈوب جاتے ہیں۔

سورۃ کا آغاز جیسا بیان کیا گیا منکرین کو ملامت سے ہوتا ہے، اور اس دھمکی سے کہ اس آخر الزّماں پیغمبر کی دعوت کا سلسلہ لامتناہی اور صدیوں چلنے والا نہیں، انکار اور ہٹ دھرمی کا رویہ ایک دن ضرور رنگ لائے گا، اور اس جرم کی سزا میں عذاب ٹوٹ پڑ سکتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ فیصلہ کن گھڑی[211] جس کا پیہم ڈراوا دیا جا رہا ہے قریب آ لگی[212] ہے، دیکھو چاند پھٹ[213] گیا! مگر اے محمدؐ! تمھارے مخاطبین کا تو معاملہ یہ ہے کہ خواہ کوئی سی نشانی دیکھ لیں، بات مان کر نہ دیں گے۔ اور کہیں گے یہ تو قدیم زمانے سے چلا آنے والا جادو ہے۔ دیکھو، انھوں نے تو اس واقعے[214] [شق القمر] کو بھی جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات ہی کی

---

۲۱۱ قیامت کی گھڑی یا عذابِ موعود کی گھڑی۔

۲۱۲ تمھارے پیہم انکار کی بنا پر، اتمامِ حجت ہوتے ہی عذاب تلا کھڑا ہے۔

۲۱۳ تم چاند کے پھٹنے کا مشاہدہ کر چکے ہو، یہ نشانی اس بات کے لیے کافی ہے کہ ایک روز ساری کائنات، چاند سورج، پہاڑ اور سمندر فنا ہو سکتے ہیں۔

۲۱۴ شق القمر کے صحیح مفہوم کے بارے میں سیّد مودودیؒ نے جو کچھ تفہیم القرآن میں سُورۃُ القَمر کے پہلے حاشیہ میں لکھا ہے بہت عمدہ اور عام فہم ہے، اُس کا ایک ابتدائی طویل اقتباس ہم یہاں من و عن نقل کر رہے ہیں۔

"یعنی چاند کا پھٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی، جس کے آنے کی تم لوگوں کو خبر دی جاتی رہی ہے، قریب آ لگی ہے اور نظام عالم کے درہم برہم ہونے کا آغاز ہو گیا ہے۔ نیز یہ واقعہ کہ چاند جیسا ایک عظیم کُرہ شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ جس قیامت کا تم سے ذکر کیا جا رہا ہے وہ برپا ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب چاند پھٹ سکتا ہے تو زمین بھی پھٹ سکتی ہے، تاروں اور سیاروں کے مدار بھی بدل سکتے ہیں اور افلاک کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی چیز ازلی و ابدی اور دائم و مستقل نہیں ہے کہ قیامت برپا نہ ہو سکے۔

بعض لوگوں نے اس فقرے کا مطلب یہ لیا ہے کہ "چاند پھٹ جائے گا"۔ لیکن عربی زبان کے لحاظ سے چاہے یہ مطلب لینا ممکن ہو، عبارت کا سیاق و سباق اس معنیٰ کو قبول کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اول تو یہ مطلب لینے سے پہلا فقرہ ہی بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ چاند اگر اس کلام کے نزول کے وقت پھٹا نہیں تھا، بلکہ وہ آیندہ کبھی پھٹنے والا ہے تو اس کی بنا پر یہ کہنا بالکل مہمل بات ہے کہ قیامت کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ آخر مستقبل میں پیش آنے والا کوئی واقعہ اس کے قرب کی علامت کیسے قرار پا سکتا ہے کہ اسے شہادت کے طور پر پیش کرنا ایک معقول طرز استدلال ہو۔ دوسرے، یہ مطلب لینے کے بعد جب ہم آگے کی عبارت پڑھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ آگے کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ لوگوں نے اس وقت کوئی نشانی دیکھی تھی جو امکان قیامت کی صریح علامت تھی مگر انہوں نے اسے جادو کا کرشمہ قرار دے کر جھٹلا دیا اور اپنے اس خیال پر جمے رہے کہ قیامت کا

آنا ممکن نہیں ہے۔ اس سیاق و سباق میں اِنشَقَّ الۡقَمَرُ کے الفاظ اسی صورت میں ٹھیک بیٹھ سکتے ہیں جب کہ ان کا مطلب ”چاند پھٹ گیا“ ہو۔ ”پھٹ جائے گا“ کے معنی میں ان کو لے لیا جائے تو بعد کی ساری بات بے جوڑ ہو جاتی ہے۔ سلسلہ کلام میں اس فقرے کو رکھ کر دیکھ لیجیے، آپ کو خود محسوس ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے ساری عبارت بے معنی ہو گئی ہے:

”قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ جائے گا۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی“۔

پس حقیقت یہ ہے کہ شق القمر کا واقعہ قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت ہے اور حدیث کی روایات پر اس کا انحصار نہیں ہے۔ البتہ روایات سے اس کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کب اور کیسے پیش آیا تھا۔ یہ روایات بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابو عوانہ، ابو داؤد طیالسی، عبدالرزاق، ابن جریر، بیہقی، طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم اصفہانی نے بکثرت سندوں کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہؓ بن مسعود، حضرت عبد اللہؓ بن عباس، حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت جبیرؓ بن مطعم سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین بزرگ، یعنی حضرت عبد اللہؓ بن مسعود، حضرت حذیفہؓ اور حضرت جبیرؓ بن مطعم تصریح کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ اور دو بزرگ ایسے ہیں جو اس کے عینی شاہد نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ ان میں سے ایک (یعنی عبد اللہؓ بن عباس) کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے، اور دوسرے (یعنی انسؓ بن مالک) اس وقت بچے تھے۔ لیکن چوں کہ یہ دونوں حضرات صحابیؓ ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسے سن رسیدہ صحابیوںؓ سے سن کر ہی اسے روایت کیا ہو گا جو اس واقعہ کا براہ راست علم رکھتے تھے۔

تمام روایات کو جمع کرنے سے اس کی جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ قمری مہینے کی چودھویں شب تھی۔ چاند ابھی طلوع ہوا تھا۔ یکا یک وہ پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لحظہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم جڑ گئے۔ نبیؐ اس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو۔ کفار نے کہا محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا تھا اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ دوسرے لوگ بولے کہ محمدؐ ہم پر جادو کر سکتے تھے، تمام لوگوں پر تو نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کے لوگوں کو آنے دو۔ ان سے پوچھیں گے کہ یہ واقعہ انہوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ باہر سے جب کچھ لوگ آئے تو انہوں نے شہادت دی کہ وہ بھی یہ منظر دیکھ چکے ہیں۔

بعض روایات جو حضرت انسؓ سے مروی ہیں ان کی بنا پر یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شق القمر کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ پیش آیا تھا۔ لیکن اول تو صحابہ میں سے کسی اور نے یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ دوسرے خود حضرت انسؓ کی بھی بعض روایات میں مرتین (دو مرتبہ) کے الفاظ ہیں اور بعض میں فِرقیتن اور شقیتن (دو ٹکڑے) کے الفاظ۔ تیسرے یہ کہ قرآن مجید صرف ایک ہی انشقاق کا ذکر کرتا ہے۔ اس بنا پر صحیح بات یہی ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا۔ رہے وہ قصے جو عوام میں مشہور ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ کہ چاند کا ایک ٹکڑا حضورؐ کے گریبان میں داخل ہو کر آپ کی آستین سے نکل گیا، تو یہ بالکل ہی بے اصل ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ ایک معجزہ تھا جو کفار مکہ کے مطالبہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی رسالت کے ثبوت میں دکھایا تھا؟ یا یہ ایک حادثہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاند میں پیش آیا اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس کی طرف توجہ صرف اس غرض کے لیے دلائی کہ یہ امکان قیامت اور قرب قیامت کی ایک نشانی ہے؟ علماء اسلام کا ایک بڑا گروہ اسے حضورؐ کے معجزات میں شمار کرتا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا۔ لیکن اس رائے کا مدار صرف بعض ان روایات پر ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ ان کے سوا کسی بھی صحابیؓ نے یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ فتح الباری میں ابن حجر کہتے ہیں کہ " یہ قصہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی حضرت انسؓ کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبہ پر ہوا تھا۔" (باب انشقاق القمر)۔ ایک روایت ابو نعیم اصفہانی نے دلائل لنبوۃ میں حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ سے بھی اس مضمون کی نقل کی ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے، اور قوی سندوں سے جتنی روایات کتب حدیث میں ابن عباسؓ سے منقول ہوئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ بریں حضرت انسؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن عباس، دونوں اس واقعہ کے ہم عصر نہیں ہیں۔ بخلاف اس کے جو صحابہؓ اس زمانے میں موجود تھے، حضرت عبد اللہؓ بن مسعود، حضرت حذیفہؓ، حضرت جبیرؓ بن مطعم، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ مشرکین مکہ نے حضور کی صداقت کے ثبوت میں کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا اور اس پر شق القمر کا یہ معجزہ ان کو دکھایا گیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید خود بھی اس واقعہ کو رسالت محمدی کی نہیں بلکہ قرب قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ البتہ یہ اس لحاظ سے حضورؐ کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ضرور تھا کہ آپؐ نے قیامت کے آنے کی جو خبریں لوگوں کو دی تھیں، یہ واقعہ ان کی تصدیق کر رہا تھا۔" [تفہیم القرآن، جلد پنجم، سُوْرَةُ الْقَمَر، حاشیہ نمبر۱]

بندگی میں لگے ہیں۔ کیا لوگ نہیں جانتے کہ جس طرح ہر معاملہ آخر کار ایک انجام کو پہنچ کر رہتا ہے، اسی طرح اِن کا روّیہ بھی ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔ اے محمدؐ! تمھارے مخاطبین کے سامنے اس قرآن میں عذاب رسیدہ پچھلی قوموں کی سرگزشتیں آچکی ہیں جن میں کافی سامان عبرت ہے اور ایسی عمدہ نصیحت ہے جس پر تو بس حکمت تمام ہے۔ مگر تنبیہات ان پر اثر نہیں کرتیں۔.. مفہوم آیات ۱تا۵

یہ لوگ نہ سمجھانے سے مانتے ہیں اور نہ ہی شق القمر جیسی نشانی دیکھنے کے بعد حق کی گواہی دیتے ہیں یہ تو اسی وقت مانیں گے جب قیامت فی الواقع برپا ہو جائے گی اور قبروں سے نکل کر یہ داورِ محشر کی طرف اُس حساب کتاب کے لیے دوڑے جا رہے ہوں گے، جو انھیں سخت ناپسند ہے۔

پس اے ہمارے رسول، اِنھیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور اُس دن کا انتظار کرو جب پکارنے والا فرشتہ ایک کراہیت آمیز چیز کی طرف پکارے گا، یہ منکرین اپنی قبروں سے جھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ یوں نکل کر بھاگیں گے کو یا پراگندہ ٹڈیاں ہوں ۔یہ منکرینِ ہدایت پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوئے بہ زبانِ حال کہیں گے کہ یہ تو وہی بڑا کٹھن دن آگیا، جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔.. مفہوم آیات ۶تا۸

منکرین کے سامنے پانچ عذاب رسیدہ قوموں کا عبرت آموز تذکرہ

اگلی آیات سے سورۃ کا دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے جس میں مخاطبین کے سامنے قوم نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قوم لوط، اور آل فرعون کا حال مختصر بیان کر کے جتایا گیا ہے کہ رسولوں کی تنبیہات کو جھٹلانے والی قومیں کس خوفناک اور دردناک عذاب سے دوچار ہوئیں؟ نقارہ وحی گونجتا ہے فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ پھر ہر قوم کی سرگزشت بیان کرنے کے بعد ہر بار یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ یعنی یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے جس سے اگر سننے والے نصیحت پکڑیں تو وہ عذاب ٹل سکتے ہیں جو ان قوموں پر نازل ہوئے۔ اب قریش کے اس مطالبے کے جواب میں کہ اے محمدؐ! اگر سچے ہو تو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو وہ عذاب لا کر دکھاؤ، کہا جا رہا ہے کہ آخر یہ کیسی عقل مندی ہے کہ حق کو دلیل سے قبول کرنے کے بجائے اسی بات پر اصرار ہو کہ عذاب دیکھے بغیر نہ مانیں گے۔

قومِ نوح کا دعوت توحید سے اعراض

تاریخ اقوام میں نوح علیہ السلام کا معاملہ بڑا جداگانہ اور سبق آموز ہے، وہ طویل عرصے قوم کو توحید کی طرف

بلاتے رہے مگر شرک کی خو گر قوم اپنے نبی کو جنون کا مارا باؤلا کہتی رہی انجامِ کار نو سو سال کی طویل تبلیغ کے بعد نوحؑ نے اپنے رب سے کہا کہ میں تو اِن سے ہار گیا، اب تُو ان سے انتقام لے۔ نبی کے ہاتھ بد دعا کے لیے اُٹھتے ہی قہار و جبار مالک الملک کا قہر ٹوٹ پڑتا ہے اور پوری قوم سوائے نوح علیہ السلام اور اُن پر ایمان لانے والے چند افراد کے، غرقاب کر دی جاتی ہے۔ قرآن کا اس پر تبصرہ بڑا فکر انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس وقت زمین پر موجود ساری انسانیت کو تباہ و برباد کر کے فرماتے ہیں کہ: یہ ہمارا انتقام تھا، اُس شخص [نوحؑ] کی تکریم کی خاطر جس کی ناقدری کی گئی تھی۔

اے نبیؐ! تمھارے انکاریوں کی مانند، ان سے پہلے نوحؑ کی قوم بھی اپنے نبی کو جھٹلا چکی ہے۔ انھوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ تو جنون کا مارا باؤلا ہے، اور اُسے خوب جِھڑکا۔ طویل کشمکش کے بعد ناچار نوحؑ نے اپنے رب سے کہا کہ میں تو اِن سے ہار گیا، اب تُو ان سے انتقام لے! تب ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے لیے کھول دیے اور جابجا زمین پھاڑ کر چشمے ہی چشمے جاری کر دیے، اور یوں یہ پانی کا سیلاب زمین کو غرق کرنے لیے اُس خطرناک حد کو پہنچ گیا جو طے کی گئی تھی، اور نوحؑ کو ہم نے ایک تختوں اور کیلوں والی چیز [کشتی] پر سوار کر دیا جو ہماری حفاظت میں طوفانی موجوں پر رواں تھی[۲۱۵]۔ یہ ہمارا انتقام تھا، اُس شخص [نوحؑ] کی تکریم کی خاطر جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ اس

۲۱۵ یاد رہے کہ اہلِ مکہ کے سامنے نوح علیہ السلام کی برپا کردہ حق و باطل کی کشمکش کا تذکرہ اب تک نازل ہو چکنے والے قرآن میں متعدد بار آچکا ہے۔ سن ۴ نبوی میں پہلی مرتبہ سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃ میں تذکرہ آیا پھر ۵ نبوی میں آپ کا تذکرہ بہت کثرت سے نو سورتوں [سُوْرَۃُ قٓ، سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰت، سورۃ الْمُؤْمِنُوْن، سُوْرَۃُ نُوْح، سُوْرَۃُ مَرْیَم، سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْت، سُوْرَۃُ الْمُؤْمِن، سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت، سُوْرَۃُ النَّجْم،] میں آتا رہا ہے۔ چھٹے سال صرف دو مرتبہ، پہلے سُوْرَۃُ الشُّوْریٰ میں بہت مختصر ساذکر مگر بہت ہی اہم کہ: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (تمھارے لیے وہی دین [طریقِ زندگی] مقرر کیا جارہا ہے جس کی تلقین اس سے قبل نوحؑ کو کی گئی تھی) اس کے بعد سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء میں بہت تفصیل سے واقعہ مذکور ہے۔ پچھلے سال یعنی ساتویں سال میں یہ سُوْرَۃُ الْاَنْۢبِيَآء میں آچکا ہے اور سن گیارہ نبوی تک مزید تین سورتوں سُوْرَۃُ صٓ، سُوْرَۃُ یُوْنُس، سُوْرَۃُ ھُوْد میں آنا باقی ہے۔ قرآن مجید میں اب تک نوح علیہ السلام کے آنے والے تذکروں کی تفصیل صفحہ ۲۷۸ پر دیے گئے جدول میں ملاحظہ فرمائیے۔

سر گزشت [216] کو ہم نے آنے والی قوموں کے لیے ایک داستانِ عبرت بنا کر چھوڑ دیا، تو اب کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت و عبرت لے سکے ؟ اے اہلِ مکہ میری تنبیہات کی صداقت اور عذاب کا عالم دیکھ لو!!! [فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ] ہم نے اس قرآن کو نصیحت و ہدایت کے لیے موزوں ذریعہ بنا دیا ہے، تو پھر ہے کوئی جو نصیحت قبول کرے ؟ [وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ]........................ مفہوم آیات ۹تا۱۷

قومِ عاد کا دعوت توحید سے اعراض

قومِ نوحؑ کے بعد قومِ عاد کا مختصر تذکرہ ہے جس کے پاس ھود علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ قریش اور رہتی دنیا تک اِن آیات کی تلاوت کرنے والے سارے افراد کے سامنے، مالک الملک اُس بُرے دن کو، جس دن عذاب نازل ہوا منحوس دن کہہ رہا ہے۔ کیا قیامت ٹوٹی ہو گی، اُس دن، جسے رب العالمین خود منحوس کہے ! پھر جب وہ عذاب آیا تو اپنے شان دار تمدن اور عالی شان بلند و بالا عمارتوں کے کھنڈرات میں وہ ایسے پڑے تھے گویا جڑوں سے اُکھاڑے ہوئے کھجوروں کے تنے !

اسی طور قومِ عاد نے بھی اپنے نبی کو جھٹلایا، تو پھر دیکھ لو میری تنبیہات کی صداقت اور عذاب کا عالم!!! [فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ] کہ ہم نے ایک منحوس دن مسلسل چلنے والی سخت طوفانی آندھی اُن پر مسلّط کر دی جو اُن کو اٹھا اٹھا کر یوں پھینک رہی تھی گویا وہ جڑ سے اُکھاڑے ہوئے کھجوروں کے تنے ہوں، پس دیکھ لو میری تنبیہات کی صداقت اور عذاب کا عالم!!! [فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ] ہم نے اس قرآن کو نصیحت و ہدایت کے لیے بڑا مناسب ذریعہ بنا دیا ہے، تو پھر ہے کوئی جو نصیحت قبول کرے؟ [وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ] مفہوم آیات ۱۸تا۲۲

قومِ ثمود کا دعوت توحید سے اعراض

نوح علیہ السلام اور ھود علیہ السلام کی مانند قومِ ثمود کی جانب اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ اِن کی سر گزشت ماقبل دونوں انبیاء کے مقابلے میں ذرا سی تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ اس سر گزشت میں جو بات بڑی اہم اور غور کرنے کی ہے وہ یہ کہ ایک مشرک جاہلیت کی ماری قوم اپنے نبیوں اور خیر خواہوں کو کس طرح طعنے دیتی ہے۔ آیات کے مفہوم میں خط کشیدہ سطور پر رک کر غور کریں۔

---

۲۱۶ مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے سر گزشت کے بجائے یہاں کشتی مراد لی ہے، واللہ اعلم۔

اہلِ حق کے مقابلے میں قوم کا رذیل ترین شخص کھڑا ہوتا ہے

یہاں اونٹنی کا قصہ بیان ہوا ہے جو اس سے قبل سُوْرَۃُ الشَّمْس میں بھی بیان ہو چکا ہے [کاروانِ نبوت، جلد دوم، صفحہ ۱۹۲]۔ جو بات یہاں بھی اور پہلے بھی زور دے کر کہی گئی ہے کہ نبی کے مقابلے میں اور توحید کے علمبردار خیر خواہوں کے مقابلے میں جو بھی کھڑا ہوتا ہے وہ قوم کا رذیل ترین بدمعاش اور غنڈہ ہوتا ہے، اس نکتے کو زمین پر ہر اُس جگہ جہاں حق و باطل کی کشمکش جاری ہے دیکھا جا سکتا ہے، جس وقت روح الامین یہ تاریخی حقیقت اِن آیات میں لے کر آئے، اُس وقت عمرو بن ہشام [ابو جہل]، ہمارے نبی ﷺ کے مقابلے میں کھڑا تھا، وہ بالیقین جان گیا ہو گا کہ اُس کی قوم میں اُس کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون، قارون وہامان اور پھر مصر کی پوری تاریخ کے تسلسل میں تا ایں دم اِن دونوں مقامات پر کھڑے ہوئے لوگ!

قومِ نوح علیہ السلام اور قومِ عاد کی طرح قومِ ثمود نے بھی ہمارے نبی کی تنبیہات کو ماننے سے انکار کیا اور کہنے لگے یہ نبوت کا دعوے دار ہمارے درمیان میں سے ایک اکیلا ہم ہی جیسا انسان ہے کیا اب ہم اس کے پیروکار بن جائیں؟ اگر ہم ایسا کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم گم راہ ہو گئے ہیں اور ہماری عقلیں ماری گئی ہیں۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص [صالح علیہ السلام] رہ گیا تھا جس کو اللہ اپنا نبی بناتا [یا جس پر اللہ کا ذکر نازل ہوتا]؟ ہر گز نہیں، بلکہ یہ تو بے پر کی چھوڑنے والا اور شیخی باز ہے۔ اُن کی اس پیہم ہرزہ سرائی پر ہم نے اپنے نبی سے کہا: بہت جلد، بلکہ کل ہی انھیں معلوم ہونے والا ہے کہ کون بے پر کی چھوڑنے والا اور کون شیخی باز ہے۔ ہم اونٹنی کو ان کے لیے آزمائش بنا کر بھیج رہے ہیں[۲۱۷]۔ اب ذرا اطمینان کے ساتھ اِن کا انجام دیکھو۔ ان کو صاف صاف بتا دو کہ اب پانی ان کے جانوروں اور اونٹنی کے درمیان ایک ایک دن باری باری تقسیم ہو گا اور ہر ایک اپنی باری پر پانی کی جگہ [حوض یا چشمہ] پر آئے۔ باری کی مصیبت سے تنگ آ کر لوگوں نے اپنے بد

---

۲۱۷ دو سال قبل یعنی پانچویں سالِ نبوت کے آغاز میں اس اونٹنی کو مارنے کے واقعہ سے سورۃ الشمس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو آگاہ فرما چکے تھے [دیکھیے کاروانِ نبوت جلد دوم صفحہ ۱۹۰] وہاں قوم کا نبی کے ساتھ یہ مکالمہ نہیں بیان ہوا تھا اور یہاں اونٹنی کو مارنے کی وہ تفصیل بیان نہیں ہوئی ہے جو وہاں بیان ہو چکی ہے۔ اس اونٹنی کے بارے میں قرآن سے بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود نے اُن سے اونٹنی کا مطالبہ کیا، انھوں نے پیش کی اور اس کا خیال رکھنے کو کہا اور پانی کے لیے باری مقرر کر دی، لوگوں نے تنگ آ کر ایک کمینے آدمی کی خدمات سے اُس کی ٹانگیں کٹوا کر ہلاک کر دیا،

قماش غنڈے آدمی کو پکارا[218] پس وہ بڑھا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر مار ڈالا۔ پس دیکھ لو میری تنبیہات کی صداقت اور عذاب کا عالم!!![فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ] ہم نے ان پر بس ایک ہی دھماکا کیا تو وہ باڑھ والے کھیت کی روندی ہوئی تباہ حال باڑھ کے چُورے کی طرح ہو کر رہ گئے، ہم نے اس قرآن کو نصیحت و ہدایت کے لیے بڑا ہی مناسب ذریعہ بنا دیا ہے، تو پھر ہے کوئی جو نصیحت قبول کرے؟[وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ] ....

.... مفہوم آیات ۲۳تا۳۲

قومِ لوط کا دعوتِ توحید سے اعراض

اب تک جن قوموں کو تذکرہ ہوا، وہ بنیادی طور پر اپنے شرک کی بنا پر جاہل قرار پاتی ہیں، اگرچہ فسق و فجور کی عادی تھیں لیکن جو عیب سب سے عیاں تھا وہ اُن کا شرک اور رسولوں کی تکذیب تھا۔ اب ایک جاہل اور فاسق قوم کا ذکر ہے، جو جاہل اپنے شرک اور وحی کی ہدایت سے بے نیازی کی بنا پر اور فاسق اپنی ہم جنس پرستی (homosexuality) کی وجہ سے تھی۔ اس قوم کا اصل جرم شرک ہی تھا، اللہ نے جتنی قوموں کو برباد کیا اُن کے شرک کی وجہ ہی سے کیا۔ دراصل توحید و آخرت پر ایمان اور رسول کی رسالت پر یقین کے ساتھ اعمال کی خرابیاں ایک حد کے اندر ہی رہتی ہیں، ایک وبا کی شکل اختیار نہیں کرتی ہیں۔ جب کسی قوم میں فسق و فجور عام ہو، لوگ اُس کو اچھا سمجھیں اور اپنے کارناموں کے طور پر گنائیں، نیک اور موحد لوگوں کو پاکبازی کے طعنے دیں، یقین کر لیا جائے کہ صنم خانہ قلب میں اب توحید کی گنجایش باقی نہیں رہی ہے، وہاں بالیقین اگر غیر اللہ کے بت نہیں تو کم از کم نفس اور دنیا پرستی کا بت تو ضرور سجا ہے۔ اُردن کے ساحل پر بسنے والی قوم دراصل شرک کے جرم میں ماری گئی نہ کہ ہم جنسی کے جرم میں۔ یہ سطور لکھتے ہوئے لکھنے والے کا ہاتھ کانپتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ اُس کی قوم ہم جنسی سمیت نوع بہ نوع فسق و فجور کے معاملے میں کہیں لوط علیہ السلام کی قوم کی مانند تو نہیں ہو گئی۔ ایک وہم سا اُٹھتا ہے کہ کیا ہمارے جاہل اور فاسق زمانہ قدیم کے جاہلوں اور فاسقوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ ﴿۴۳:۵۴﴾

---

۲۱۸ سورۃ الشمس میں کہا گیا تھا کہ اُن کے درمیان کا سب سے زیادہ شقی آدمی اس کام کے لیے اُٹھا، تدبر قرآن میں اصلاحیؒ نے لکھا ہے کہ اپنے سردار کو پکارا، ٹھیک ہی لکھا ہے کہ بدترین بدقماش ہی، بدقماش قوموں کے سردار ہو سکتے ہیں، آج بھی مختلف ممالک میں عوام اور اُن کے سربراہوں کے درمیان یہ تعلق بڑا عیاں ہے!

بستی کے سرکش اور بے حیا لوگ خوش شکل لڑکوں کے روپ میں آنے والے مہمانوں کے لیے لوط علیہ السلام کے گھر کے سامنے جمع ہو کر مچل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب دیکھیے، اُس نے اُن سب کو اندھا کر دیا، وہ اندھے بھینسوں کی مانند اودھم مچا رہے تھے۔ اور چند ساعتوں بعد صبح کو بھیجا نکال دینے والی نام بنام نشان زدہ پتھروں کی بارش اُن کی ہلاکت کے لیے تُلی کھڑی تھی!

پھر صبح دم اللہ نے اُنھیں اس طرح پکڑ لیا جس طرح کوئی زبردست، غالب اور قوّت والا پکڑتا ہے۔ فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲:۵۴﴾ ایسی سخت پکڑ تھی کہ جب ہم دشمنوں کی پکڑ کے لیے قنوت نازلہ پڑھتے ہیں تو اللہ سے یہی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اللہ اِنھیں ایسے ہی پکڑیے جیسا آپ نے قومِ فرعون اور لوط علیہ السلام کی قوم کو پکڑا تھا، اللہ کی جانب سے کیا جواب آتا ہے دل کانپ، کانپ جاتا ہے، کہیں اُس کا دستِ قوت اس نام نہاد کلمہ گو فاسق و فاجر قوم کی طرف نہ بڑھ رہا ہو۔

یا رحیم و یا کریم اھدنا و غفرلنا، اننا آمنا و نتوب علیک، اے رحیم و کریم! ہدایت بخشیے، معاف فرما دیجیے، ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تیری ہی طرف پلٹتے ہیں!

اسی طرح لوطؑ کی قوم نے بھی تنبیہات کی پروانہ کی اور اُن کو جھوٹ جانا، ہم نے پتھر برسانے والی ہوا اُن پر مُسلّط کر دی، جس سے صرف لوطؑ کے پیروکار ہی محفوظ رہے۔ اُن کو ہم نے یوں بچایا کہ اپنے فضل سے سحر کے وقت [صبح سے قبل رات کو] ہی بستی سے نکال لیا، ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم ہر اس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔ اس انجام بد سے قبل لوطؑ اپنی قوم کے لوگوں کو ہماری پکڑ سے خبر دار کرتا رہا مگر وہ ساری تنبیہات کو اپنے مذاق اور جہالت کا نشانہ بناتے رہے۔ پھر انھوں نے اُسے اپنے خوش شکل مہمان لڑکوں کے لیے پھسلایا۔ انجام کار ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں کہ اس بغاوت کے سبب وہ میری تنبیہات کی صداقت جان لیں اور عذاب کا 'لطف' اُٹھائیں اور پھر صبح دم ایک اٹل عذاب [پتھروں کی بارش] نے اُن کو آدبوچا۔ چکھو میرا عذاب اور دیکھو میری تنبیہات کا پورا ہونا۔!!! [فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ] ہم نے اس قرآن کو نصیحت و ہدایت کے لیے بڑا ہی موزوں ذریعہ بنا دیا ہے، تو پھر ہے کوئی جو نصیحت پکڑے؟ [وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ] .... مفہوم آیات ۳۳ تا ۴۰

قومِ فرعون کا دعوت توحید سے اعراض

اب اگلی دو آیات میں، صرف دو سطروں میں، اُن کا تذکرہ جن کا نام ہی کافی ہے، جو تہذیب و تمدن کے

مالک و علمبر دار تھے، عسکری طاقت کا نشان تھے، عالی شان محل اور اہرام بنانے والے، زراعت و صنعت و حرفت میں جن کا کوئی ثانی نہ تھا۔ یہ مصر کے فراعنہ تھے جنھیں اُن کی فوجوں کے ساتھ سمندر پھاڑ کر غرقاب کر دیا، اللہ کے باغیوں اور طاغیوں کا یہی انجام ہوتا ہے اور آج کے فراعنہ بھی وہ کسی بھی جگہ ہوں ایک ایسے ہی انجام کے منتظر ہیں بس مثیل موسیٰؑ وہارونؑ، علمبر دارانِ حق کی ضرورت ہے جو اللہ پوری ہی کر دے گا۔

> اور آل فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئیں، مگر انھوں نے ہماری ساری ہی نشانیوں کو جھٹلا دیا۔ انجام کار ہم نے انھیں پکڑا جس طرح کوئی زبردست، غالب اور قوّت والا پکڑتا ہے۔.......................... مفہوم آیات ۴۱تا۴۲

کیا محمد ﷺ کے مخاطبین گزری قوموں سے مختلف ہیں؟

شق القمر کے واقعے کے بعد جو کچھ روح الامین نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر القا کر رہے تھے وہ اب اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے پچھلی عذاب رسیدہ قوموں کی عبرت ناک مثالیں دینے کے بعد منکرین سے کہا جا رہا ہے کہ جس طور جہالت، شرک اور فسق وفجور کی پاداش میں یہ پانچ قومیں عذاب کے مزے اُڑا چکی ہیں آخر وہی 'مزے' تم کو کیوں نہ کرائے جائیں؟ اگر تم اپنی قبائلی جمعیت اور عسکری مزاج پر پھولے ہوئے ہو تو عنقریب تمھاری یہ جمعیت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی [جس طرح جنگلی گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہیں]۔

> اے سردارانِ قریش! کیا تمھارے درمیان ہمارے رسول کے منکرین پچھلے رسولوں کے منکرین سے [جن کے قصے ابھی تم نے سنے] کچھ بہتر ہیں؟ یا آسمانی کتابوں میں تمھارے لیے کوئی معافی نامہ لکھا ہوا ہے؟ کیا ان لوگوں کا زُعمِ باطل یہ ہے کہ وہ ایک مضبوط فوج ہیں، اللہ کے مقابلے میں اپنا بچاؤ کر لیں گے؟ عنقریب اِن کی جمعیت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، مگر ان کی اصل شکست کا وقت جس کا اِن سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ تو قیامت کی گھڑی ہے اور وہ تو بڑی مصیبت کی اور کڑوی گھڑی ہے۔ گمراہی میں مبتلا اِن مجرمین کی مت ماری گئی ہے، بے خبر ہیں کہ دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔ اِنھیں بتایا جائے کہ جس روز یہ اپنے چہروں کے بل آتشِ دوزخ میں گھسیٹے جا رہے ہوں گے اُس روز ان سے کہا جائے گا کہ اب 'لوٹو' جہنم کی لپٹ کے مزے۔ .... مفہوم آیات ۴۳تا۴۸

یہ نظامِ کائنات خالق کی بنائی تقدیر پر چل رہا ہے

سورۃ اپنے بالکل اختتام کو پہنچ گئی، آخر میں کفار کے اس اعتراض اور روز روز کے طعنے پر گفتگو کی جا رہی ہے کہ 'قیامت آخر کب آئے گی؟' اس کی دھمکی سنتے سنتے تو ہمارے کان پک گئے ہیں! فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ

کو قیامت لانے کے لیے کسی بڑی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا بس ایک حکم درکار ہے وہ تو آناً فاناً آ جائے گی گویا پلک جھپکاتے ہی وہ آ جائے گی وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰:۵۴﴾۔ مگر اس کائنات میں اللہ کا ہر کام ایک طے شدہ منصوبے کے مطابق ہوتا ہے۔ قیامت کا جو مقررہ وقت ہے اسی وقت پر وہ آئے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جب بھی کوئی اُس کا انکار کرے اُس کو لا کر دکھا دی جائے۔ اے اہلِ مکہ! اس طرح کے تمھارے احمقانہ سوالوں اور مطالبوں سے قیامت تو آنے سے رہی، پس اب تم سرکشی اختیار کرو گے تو کرو اور بھگتو اپنی شامت اعمال، جو ہرگز دور نہیں۔ تمھارے اعمال کا سارا ریکارڈ اللہ کے پاس تیار ہو رہا ہے ، جس میں تمھاری کوئی چھوٹی یا بڑی حرکت نہ چھپ سکے گی۔ بلاشبہ نیکوکار صاحبانِ ایمان جنتوں میں ہوں گے۔

ہم نے ہر چیز اور ہر معاملے کو ایک طے شدہ منصوبے اور تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور ہمارا حکم تو بس یک دم پلک جھپکنے میں پورا ہو جاتا ہے۔ [اے قریش] ہم، تمھاری مانند بہت سے منکرین کو ہلاک کر چکے ہیں، پھر ہے کوئی اُن کی داستانِ عبرت سے نصیحت قبول کرنے والا؟ جو کچھ انھوں نے دنیا کی زندگانی میں کیا ہے وہ سب مع ہر چھوٹی بڑی بات کے رجسٹروں میں درج ہے۔ بلاشبہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اُس کی نافرمانی سے بچنے والے لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے، حقیقی عزت کے مقام پر، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب! .... مفہوم آیات ۴۹ تا ۵۵

☆☆☆☆☆